

(۵) سنن نسائی (المتجلی) کی شرح: مولانا ابو محمد عطاء اللہ حنیف بھوجیانی رحمۃ اللہ علیہ (م ۱۴۰۸ھ) نے بنام التعليقات السلفية لکھی۔ مذکورہ بالا تمام شروح مطبوع ہیں۔ (غایۃ المقصود کے سوا)

۶. **انجاء الحاجة شرح سنن ابن ماجہ**: یہ شرح ۱۲ جلدوں میں مکمل ہوئی ہے۔ پہلی جلد کے آغاز میں مولانا جانباز نے ایک جامع علمی اور تحقیقی مقدمہ سپرد قلم فرمایا ہے۔ تقدیم الکتاب میں مفسر قرآن اور نامور عالم دین حافظ صلاح الدین یوسف نے برصغیر میں علمائے اہلحدیث کی دینی و علمی اور حدیثی خدمات پر روشنی ڈالی ہے۔ مولانا جانباز کا مقدمہ ۹ صفحات پر محیط ہے۔ جس میں علم حدیث، موضوع اور غایت، تدوین حدیث کی تاریخ، ابتداء، مسانید کی تدوین، کتب صحاح کی تالیف، کتابت حدیث، منکرین احادیث کے شبہات و اعتراضات کے جوابات، سنت کی تشریحی اہمیت، حجیت حدیث کے دلائل، مقام سنت، برصغیر (پاک و ہند) میں علم حدیث کی اشاعت اور اس سلسلہ میں علمائے کرام کی خدمات، عہد سلطان محمود غزنوی میں تین محدثین کے لاہور تشریف لانے کا تذکرہ، ان کے بعد محدثین کا تذکرہ ہے۔ پھر مولانا سید محمد نذیر حسین دہلوی رحمۃ اللہ علیہ (م ۱۳۲۰ھ) کی تدریسی خدمات کا تذکرہ کیا ہے۔ میاں صاحب کے تلامذہ کے بعد آپ کے تلامذہ کے تلامذہ کا تذکرہ کیا ہے، جنہوں نے تصنیف و تالیف اور تدریس کے میدانوں میں علوم نبوت کی خدمت سے متعلق کارہائے نمایاں انجام دیئے۔

أهل الحديث هم أهل النبي وان هم لم يصحبوا نفسه أنفاسه صحبوا

ﷺ ﷺ ﷺ ﷺ ﷺ ﷺ ﷺ ﷺ ﷺ ﷺ

اقوال زریں

- ☆ جب تیرے پاس کوئی ایک آنکھ پھوڑے ہوئے دوسرے کی فریاد کرتا آئے تو اس کے حق میں فیصلہ نہ کرنا یہاں تک اس کا فریق بھی آجائے۔ ممکن ہے کہ اس کی دونوں آنکھیں پھوڑی ہوئی ہوں۔ (عمر بن عبدالعزیز رضی اللہ عنہ)
- ☆ کسی بے وقوف سے جھگڑانہ کر، دیکھنے والے آپ دونوں میں تمیز نہیں کر سکتے۔
- ☆ حقیقت شہد کی مکھی کی مانند ہے، اندر شہد ہے اور دم میں سوئی (ڈنک)۔
- ☆ جب آپ کسی کے ساتھ نیکی کریں تو اسے یاد دلانے سے خبردار!
- مگر کوئی دوسرا آپ کے ساتھ نیکی کرے تو خبردار اسے نہ بھولیں! (ابن المقفع)

اقتصادیات اور ہم

ماسٹر عبداللہ غواڑوی

جنت نظیر وادی "بلتستان" میں مارچ میں بہار کی فصلیں گندم، جو وغیرہ بوئی جاتی ہیں اور جون جولائی میں تیار ہو جاتی ہیں۔ اس کے بعد کنگنی اور باجرہ کی فصلیں بوئی جاتی ہیں، جو اکتوبر میں تیار ہو جاتی ہیں۔

گزشتہ کچھ سالوں سے لوگوں کا انحصار سرکاری گندم اور دکانوں کی اشیاء پر زیادہ ہونے لگا ہے۔ کھیتی باڑی کے پاپڑ بیلنے کی بجائے، جس میں جسمانی مشقت زیادہ اور آمدنی کا تناسب کم ہے، لوگوں نے اس بات میں غافیت محسوس کی کہ گورنمنٹ ڈپو سے گندم لی جائے جو سرکاری مہربانی سے مبلغ = 08/ روپے کلو دستیاب ہے اور باقی اشیاء ضرورت کے لیے یوٹیلیٹی سٹور وغیرہ کا رخ کیا جائے۔ یوں شاپر بھر بھر چیزیں گھر آنے لگیں، اس میں نہ کاشتکاری کی مشقت تھی نہ پانی دینے کی تکلیف، گوڑی ٹلائی کی کوفت تھی نہ ہی جولائی کی دوپہر میں فصل کٹائی کی مصیبت! دودھ کے لیے گائیں یا بکریاں پالنا بھی احمق لوگوں کا شیوہ قرار پایا۔ ذیری فارم کا دودھ آپ کی چوکھٹ پر دستیاب ہے۔ لوجی! گائے سے بھی جان چھٹی۔ صبح و شام چارہ پانی دینا، گوبر کی بدبو اور دودھ دوہنے کی مصیبت سب ختم۔

اب آپ کیا کیجیے گا، آرام اور صرف آرام۔ مشین میں کپڑے دھویئے..... ان پر خوب جما کر استری کیجیے اور صاحب ذوق آدمیوں کی طرح ٹی وی، ڈش یا کمپیوٹر کی سکرین پر نظر جما کر گیم وغیرہ سے لطف اندوز ہوئیے اور بس!! عرض کرنا چاہتا ہوں کہ پچھلے ایک دو سالوں میں اشیاء صرف کی قیمتوں کو جو پر لگ گئے ہیں اور ان کے کنٹرول کرنے میں حکومت وقت بھی بدنیت اور بے بس ولا چار نظر آتی ہے۔ ہوشربا گرانی کی وجہ سے لوگوں کی اقتصادیات کا سارا زور جسم و جان کا رشتہ قائم رکھنے پر لگ رہا ہے۔ کیا یہ چیزیں ہمیں یہ سمجھانے کے لیے کافی نہیں کہ ہمیں اپنے اقتصادی نظام پر نظر ثانی کی ضرورت ہے؟

ہماری روزمرہ غذائی مینو جس میں بدیسی چیزیں 80 فیصد کے قریب ہیں اور صرف بعض حالات میں 20 فیصد ذاتی وسائل صرف ہوتے ہیں اور بعض حالات میں ہمارے سامنے جو کھانا رکھا جاتا ہے، وہ سو فیصد خرید کے مال سے تیار شدہ ہوتا ہے۔ مثلاً آپ ناشتے میں نمکین چائے و چپاتی یا میٹھی چائے و پراٹھا نوش کرنے کے عادی ہیں۔ ان میں جو اشیاء درکار

ہیں: سبزی پلٹن چائے (جو پاکستان میں بھی نہیں ہیں)، دودھ و مکھن جو ڈیری کا یا دکان کا آیا ہوا ہوتا ہے، نمک بھی خریدا ہوا، پھر پراٹھا بنانے کے لیے ڈالڈا بھی خریدا ہوا اور آٹا سڑکاری ڈپو کا جو کئی گھنٹے لائن میں کھڑا رہنے کے بعد بڑی مشکل سے ملا ہے۔ رہا برتن تو وہ بھی آپ نے خریدا ہے ہیں۔ ہاں اس سارے معاملے میں جو ”پانی“ استعمال کیا گیا ہے وہ سو فیصد ہمارے علاقے کا ہے اور بالکل مفت ہے۔ اسی طرح دیگر کھانوں پر بھی یہی اندازہ ہوتا ہے کہ ہم اپنے وسائل پر بھروسہ کرنے کے بجائے خریدی ہوئی چیزوں پر زیادہ سے زیادہ انحصار کرنے کے عادی ہو گئے ہیں۔ اور اسی میں اپنی کامیابی سمجھتے ہیں۔ حالانکہ جو شخص جتنا زیادہ لے کر کھاتا ہے، اس کی گھریلو معیشت ایک سوالیہ نشان نظر آتی ہے۔

سوال یہ پیدا ہوتا ہے کہ کیا ہمارے پاس وسائل بالکل نہیں ہیں جو ہمارا سارا زور خرید پر ہے؟ نہیں، الحمد للہ ہمارے پاس بہت وسائل ہیں، جن کو ہم نے چھوڑ دیا ہے یا جنہیں اپنانا اپنی کسر نشان سمجھتے ہیں۔ حالانکہ یہی چیزیں تھیں جن کو جزو بدن بنا کر ہمارے آباء و اجداد تندرستی کے ساتھ 100 سال جیتے تھے۔

آج ہم ملاوٹ شدہ غیر معیاری اور ناقص اشیاء پر انحصار کر کے اپنے لیے بیماریاں خرید رہے ہیں۔ آج لوگ اچانک ذہنی و جسمانی کوفت میں گرفتار کیوں ہو جاتے ہیں حالانکہ ان کو پہلے سے خاص بیماری نہیں ہوتی؟ اس کا سبب ناقص اور غیر صحت مندانہ خوراک ہے۔ اسی طرح امراء اپنے بچوں کو بہت پیسے دیتے ہیں اور وہ دکانوں سے پاپڑ، چاکلیٹ ٹافیاں اور چیونگم بہتات سے کھاتے ہیں۔ کیا آپ نے کبھی غور کیا ہے کہ یہ ساری فضولیات محض روپوں کا ضیاع ہے؟ صرف روپوں کا ہی نہیں، قیمتی دولت ”صحت“ کا بھی ضیاع ہے؟

لہذا ہمیں چاہیے کہ ہم اپنے گھر کی چیزیں زیادہ سے زیادہ استعمال کریں، جن میں صحت بخش اجزا شامل ہیں۔ سبزی مثلاً آلو، گاجر، شلغم، گوبھی وغیرہ بہتات سے اگائیں اور بجائے دال کے ان کو استعمال کریں۔ گھر کو زیب و زینت زیادہ دینے کی بجائے نئے کھیت تیار کرنے پر توجہ دیں تاکہ کچھ دانے گھر آئیں تو پیٹ کی آگ بجھ سکے۔

کیڑوں پر استری زیادہ کرنے کی بجائے کھیتوں میں مشقت کریں تاکہ آپ کا پسینہ نکلے اور جسم سے فاضل مادوں کا اخراج ہو۔ کمپیوٹر سکرین کی بجائے لہلہاتے فصلوں کے نظارے سے، خوشبودار پھولوں سے، خوبصورت آبشاروں سے اور بلند و بالا پہاڑوں کے مناظر سے لطف اندوز ہو جائیے، کیونکہ یہ سب ہمیں سبق دیتے ہیں کامیابی کا..... محنت کا درس دیتے ہیں اور رب جلیل کی حمد و ثناء بیان کرنے پر اکساتے ہیں۔

سال 2009 کو اس عہد کی تجدید کے ساتھ منائے کہ آپ زیادہ سے زیادہ فصلیں اگائیں گے، ایک انچ زمین بھی